خطبہ جمعہ

اپنے اعمال کو صاف کرو اور خدا تعالیٰ کا ہمیشہ ذکر کرو اور غفلت نہ کرو

سچے دل سے توبہ کرنے والوں کے گھر رحمت سے بھر جاتے ہیں

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ ۲۲؍ جنوری ۱۹۹۹ء بمطابق ۲۲؍ صلح ۱۳۷۸ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَاتَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا. وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا. كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾-(سورۃ اٰل عمران آیت ۱۰۴)

اور تم سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور پراگندہ مت ہو اور اللہ کا احسان جو اس نے تم پر کیا ہے یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی جس کے نتیجے میں تم اس کے احسان سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے مگر اس نے تمہیں اس سے بچا لیا اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیات کو بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

اس آیت کے تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ایک تشریح سے میں اس خطبے کا آغاز کر رہا ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اسی آیت کے تعلق میں کچھ باتیں بیان فرمائی ہیں۔ اس کا اردو ترجمہ یہ بنتا ہے۔ حضرت الحرث اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو پانچ باتوں کا حکم دیا۔ یہاں حضرت کا لفظ ترجمہ کرنے والے نے اپنی طرف سے لکھ لیا ہے ورنہ حدیث کے الفاظ میں حضرت کا کوئی ذکر نہیں ملتا کہ حضرت کا لفظ رسول اللہ ﷺ نے استعمال فرمایا ہو۔ آپؐ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَمَرَ يَحْيٰى ابْنَ زَكَرِيَّا عَلَيْهِمَا السَّلَامَ پس ترجمہ کرنے والے احتیاط کیا کریں کہ جب حدیث کا ترجمہ کرتے ہیں تو جو لفظ رسول اللہ ﷺ نے استعمال نہیں فرمایا اور پڑھنے میں وہ اچھا بھی نہیں لگتا کہ رسول اللہ ﷺ زکریا کا ذکر فرما رہے ہوں یا یحییٰ کا اور حضرت کر کے مخاطب کر رہے ہوں تو اتنا ہی رہنے دیں جتنا حدیث کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں۔

چنانچہ فرمایا یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ باتوں کا حکم دیا تھا اور میں بھی تم کو پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔ جو پانچ باتیں ان کو اللہ تعالیٰ نے اذن کے طور پر بتائیں دراصل وہی پانچ باتیں ہیں جو تمام انبیاء کو بتائی جاتی ہیں مگر خصوصیت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کسی حکمت کے پیش نظر ان دونوں کا ذکر فرمایا ہے اور اسی تعلق میں اس آیت وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ کی تشریح فرمائی ہے۔ میں بھی تم کو ان پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ مطلب ہے وہی پانچ باتیں جو ان کو کہی گئی تھیں یا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ میں بھی تمہیں ان کی طرح پانچ ہی باتوں کا حکم دیتا ہوں اور ضروری نہیں کہ وہی پانچ باتیں ہوں یہ بات ترجمے میں دونوں طرح بیان کی جا سکتی ہے اس لئے دونوں امکانات کھلے رہنے چاہئیں۔

اول جماعت کے ساتھ رہو۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا جماعت کے ساتھ رہو۔ امام وقت کی باتیں سنو۔ اب یہ امام وقت کی باتیں سنو ہمارے احمدی مترجمین نے اپنی طرف سے داخل کر لی ہے حالانکہ میں بار بار تاکید کرتا ہوں کہ احادیث کے ترجمے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس سے استنباط کرنے کا ہر ایک کو حق ہے کہ امام وقت کا استنباط ہو سکتا ہے لیکن جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے نہیں فرمائی وہ تشریح کے طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا، جو الفاظ ہیں وہ یہ ہیں، اب میں اصل الفاظ کی طرف واپس جاتا ہوں۔ وَاَنَا اٰمُرُكُمْ بِخَمْسٍ اَللّٰهُ اَمَرَنِیْ بِهِنَّ۔ اور میں بھی تمہیں پانچ باتیں کا حکم دیتا ہوں جن کا حکم مجھے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

بِالْجَمَاعَةِ، صرف یہ لفظ ہیں کہ جماعت کے ساتھ چمٹے رہو وَالسَّمْعِ وَ الطَّاعَةِ اور سنو اور اطاعت کرو۔ یہ دین بناؤ اپنا کہ جماعت کے ساتھ چمٹے رہو اور سنو اور اطاعت کرو وَالْجِهَادِ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو فَاِنَّهٗ مَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ۔ پس وہ شخص جو جماعت سے نکل گیا قِيْدَ شِبْرٍ ایک بالشت بھر بھی خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ اس نے اسلام کا کالر جو گلے پہ باندھا ہوا تھا جس کے ذریعے وہ اسلام سے بندھا ہوا تھا، یہاں اعتصام کا لفظ ذہن میں رکھیں تو پھر یہ ترجمہ واضح ہو جاتا ہے، اسلام تو اس کے گلے پر اس طرح ہے جیسے کسی کو جکڑا گیا ہو اس میں، وہ اس سے ہٹ کے باہر نہ جا سکتا ہو یہ اعتصام ہے۔ پس فرمایا کہ اس چکر کو جو گلے میں ہے اس کو ملحوظ رکھے رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ اِلَّآ اَنْ يَّرْجِعَ وَمَا دَعٰى بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ مِنْ جُثَآءِ جَهَنَّمَ۔ یعنی جو لفظ تھا اس کا ترجمہ ہے کڑا۔ گویا اسلام کا کڑا اس نے اپنی گردن سے اتار دیا۔ اگر وہ ان باتوں پر عمل نہیں کرے گا تو اس نے اس کڑے کو اتار پھینکا سوائے اس کے کہ وہ دوبارہ نظام جماعت میں شامل ہو۔ یہاں 'نظام جماعت' کا لفظ نہیں ہے۔ جماعت میں شامل ہو۔ سوائے اس کے کہ دوبارہ جماعت میں شامل ہو اور جو شخص جاہلیت کی باتوں کی طرف بلاتا ہے وہ جہنم کا ایندھن ہے۔

صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول خواہ ایسا شخص نماز بھی پڑھتا ہو اور روزے بھی رکھتا ہو۔ آپؐ نے فرمایا ہاں خواہ وہ نماز بھی پڑھے اور روزے بھی رکھے اور اپنے آپ کو مسلمان بھی سمجھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک پہلو سے نمازوں اور روزوں کی ادائیگی اور ظاہری طور پر اپنے آپ کو مسلمان سمجھنا خدا تعالیٰ کے نزدیک کافی نہیں ہے۔ جب بھی وہ شخص جماعت سے الگ ہوا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے قائم کردہ نظام سے الگ ہوا تو اس کی نیکیوں کی کوئی بھی حیثیت خدا کے نزدیک نہیں رہے گی، کوئی بھی قدر نہیں رہے گی۔ ایک اور حدیث میں اس مضمون کو یوں ظاہر کیا گیا ہے کہ ایسے شخص کی نیکیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جاؤ یہ تمہاری نیکیاں بھی اور تم بھی جہنم کا ایندھن ہو۔

تو وہ نیکی جو محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات سے چمٹے رہنے میں ہے وہ آج بھی ممکن ہے اگر آپ کے قائم کردہ نظام جماعت سے چمٹ جاؤ۔ اب یہاں لفظِ نظام تو میرا ہے مگر حدیث سے بالکل واضح ہے کہ جماعت سے چمٹنے کا مطلب نظامِ جماعت سے چمٹنا ہے۔ اگر اس کو مضبوطی سے پکڑ لو تو پھر تمہارا کوئی نقصان نہیں ہو سکتا اس صورت میں یہ مراد نہیں ہے کہ پھر نمازوں کی ضرورت نہیں، روزوں کی ضرورت نہیں، نیکیوں کی ضرورت نہیں۔ مراد ہے یہ چیزیں تب کام آئیں گی۔ اگر جماعت کو چھوڑ دیا تو یہ چیزیں جہنم کا ایندھن کہلائیں گی۔ اگر جماعت کو پکڑے رکھو گے تو پھر تمہاری نمازوں میں جان آئے گی، تمہاری زکوٰۃ میں جان آئے گی، تمہاری دوسری نیکیوں میں بھی جان پڑ جائے گی۔

ایک اور حدیث ہے حضرت ابو ثعلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔ یہ دار قطنی سے لی گئی ہے اور پہلی حدیث مسند احمد بن حنبل سے لی گئی تھی۔ حضرت ابو ثعلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں تم انہیں ضائع نہ کرنا۔ پس جو پہلے فرائض کا ذکر گزرا ہے یہ وضاحت کی خاطر میں کر رہا ہوں کہ وہ فرائض جماعت کو چمٹنے سے ضائع نہیں ہونگے بلکہ کام آئیں گے۔ فرائض کو چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں تم انہیں ضائع نہ کرنا۔ اس نے کچھ حدیں مقرر کی ہیں تم ان سے آگے نہ بڑھنا اور ان کو پامال نہ کرنا۔ اس نے کچھ چیزیں حرام کی ہیں تم ان کا ارتکاب نہ کرنا، کچھ باتوں کا ذکر اس نے چھوڑ دیا ہے صرف تم پر رحم کرتے ہوئے نہ وہ بھولا ہے نہ اس نے غلطی کھائی ہے۔ پس ان کے متعلق کرید اور جستجو نہ کرنا۔

روزمرہ کے امور میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے شریعت میں نہیں فرمایا اور اپنے نفس پر یا ہر شخص کی استطاعت کے مطابق معاملے کو کھلا رکھا ہے۔ بعض لوگ جو زیادہ نیک ہوں اور ان کے اندر نیکی کی زیادہ استطاعت ہو وہ ایسے مواقع پر جو بھی راہ اپنے لئے تجویز کریں گے وہ بعض دوسروں کے مقابل پر زیادہ سخت راہ اور زیادہ قوی اور زیادہ سیدھا چڑھائی چڑھنے والی راہ ہو گی لیکن اس کے مقابل پر کچھ ایسے لوگ بھی ہونگے جو نسبتاً نرم راہ اپنے لئے تجویز کریں گے کیونکہ ان کی استطاعت ہی کمزور ہے ایسی صورت میں ان کو اختیار ہے اور ان پر کوئی جرم نہیں عائد کیا جا سکتا کہ تم نے گناہ کیا ہے، تم نے قرآن کی تعلیم سے انحراف کیا ہے۔ یہ مضمون ہے جو اس حدیث میں بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ باتیں نرمی کی خاطر، رحم کرتے ہوئے کھلی چھوڑ دی ہیں تاکہ ہر شخص

اپنی استطاعت کے مطابق ان میں سے ایک راہ تجویز کرلے جواس کے مزاج کے مطابق ہو،اس کی استطاعت کے مطابق ہولوراس پر پھراللہ کی طرف سے کوئی حرف نہیں ہوگا۔

اب ایک لور حدیث اسی تعلق میں میں بیان کرنی چاہتاہوں۔وہ صحیح بخاری کتاب الاعتصام سے لی گئی ہے جس کا ترجمہ یوں ہے کہ حضرت ابوبردہ اپنے والد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سنا۔ آپؐ نے فرمایا میری اور اللہ نے جو مجھ کو دے کر بھیجا اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ایک قوم کے پاس گیا اور کہنے لگا میں نے دشمن کا لشکر اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں واضح رنگ میں تم کو ڈرانے کے لئے آیا ہوں۔ پس تم اپنے تئیں بچاؤ۔ تب کچھ لوگوں نے اس کی بات مانی اور رات ہی رات اطمینان سے نکل کر چل دیئے۔ اب یہ ایسا ہی قصہ ہے جیسے حضرت لوطؑ کا معاملہ تھا۔ آپ نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔ کچھ لوگ تھے جنہوں نے بات مانی اور رات ہی رات وہ اپنی لبستی سے روانہ ہوگئے اور باقی سب قوم نے اس تنبیہ کو حقیر جانا، کوئی حیثیت نہ دی۔

تب کچھ لوگوں نے اس کی بات مانی لور رات ہی رات اطمینان سے نکل کر چل دیئے۔ کچھ لوگوں نے کہا یہ جھوٹا معلوم ہوتا ہے لور اپنے ٹھکانوں ہی پر پڑے رہو۔وہ اپنے ٹھکانوں ہی پر پڑے رہے۔ آخر صبح سویرے دشمن کا لشکر ان پر آپڑا، ان کو تباہ و برباد کر دیا۔اب دشمن کے لشکر سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے تعلق میں تو یہ بنے گا کہ جیسے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی تھی کہ ایک میں لشکر دیکھ رہا ہوں اور وہ لشکر لوگوں کو دکھائی نہیں دے رہا تھا مگر وہ الٰہی فوج تھی، فرشتوں کا لشکر تھا جس کا قرآن کریم میں کئی جگہ ذکر ملتا ہے۔ پس جب بھی دشمن تباہ ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جس لشکر کو دیکھا تھا وہی لشکر اترا ہے اور وہ فرشتوں کا لشکر تھا ورنہ مسلمان صحابہ میں جو آپؐ کی معیت میں لڑ رہے تھے ان میں یہ حیثیت ہی کہاں تھی بے چاروں میں، یہ طاقت کہاں تھی کہ بڑے طاقتور دشمن کو زیر کر دیں جن کے مقابل پر وہ کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔

پس آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جس لشکر کی بات کر رہے ہیں وہ دراصل فرشتوں کا لشکر ہے جس کے وعدے قرآن کریم میں بار بار دیئے گئے ہیں اور وہی خدا تعالیٰ کے منشاء کو دنیا میں جاری کرتے ہیں۔ لوطؑ کی قوم میں بھی اسی قسم کا معاملہ ہوا تھا۔وہ فرشتے عذاب دینے کے لئے آئے مگر انہوں نے عذاب کے لئے دوسرا رنگ اختیار کیا، پتھراؤ کیا۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عذاب دینے کا ایک اور رنگ اختیار فرمایا گیا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ ان باتوں کو ضرور سچا کرتا ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ تنبیہ دینے والے گزر جائیں اور ان کی باتوں کو کلیۃً قوم نظر انداز کردے اور پھر الٰہی لشکروں کے ذریعے یا جن لشکروں کے ذریعہ سزا دینا خدا کو منظور ہو ان کے ذریعہ ان کو سزا نہ دی جائے۔

پس یہی مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے میری اطاعت کی لور اس کی جو میں لے کر آیا ہوں لور ان لوگوں کی جنہوں نے میری اطاعت نہ کی اور جو حکم لے کر آیا ہوں اس کو جھٹلایا ان کی بھی اسی کے اندر مثال ہے۔ پس بارہا ہم جماعت احمدیہ کی مخالفت کرنے والوں کو یہ تنبیہ کر چکے ہیں لور کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے ان کو وہ خدا کے فرشتے دکھائی نہیں دے رہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھائی دیئے اور ہمیں دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ ہو نہیں سکتا وہ فرشتے اس دفعہ کچھ لور سلوک کریں۔ پہلے تو اللہ کی ہدایت کو مانتے ہوئے جب اس کی طرف سے یہ حکم آجائے کہ اب تم ان مخالفوں کی قوم کو ملیامیٹ کر دو، وہ رکے رہیں یہ ہو نہیں سکتا، لازماً اب بھی وہی فرشتے اسی حکم کی اطاعت کریں گے جو حکم اللہ کی طرف سے ان کو دیا جائے گا۔ وہ جو بھی ہوگا یہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کیا ہوگا مگر میں تو تنبیہ کے بعد تنبیہ کرتے ہوئے قوم کو جگانا چاہتا ہوں وہ اپنی طاقت کے نشے میں کلیۃً غافل ہو چکے ہیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ ہم جو اتنے طاقتور ہیں ہم پر بھی خدا کی پکڑ آسکتی ہے۔ یہی حال دنیا کی دوسری بڑی طاقتوں کا ہے ،امریکہ کو دیکھو، یہود کو دیکھو، ان کو جو غلبے نصیب ہوئے ہیں دنیا میں وہم و گمان بھی نہیں کر سکتے کہ اللہ تعالیٰ ان کے غلبوں کو توڑ سکتا ہے لور لازماً اس نے توڑنا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ہمیں وہ دن دکھائے گا یا اس سے پہلے ہمیں واپس بلالے گا مگر یہ بات قطعیت کے ساتھ قابل یقین ہے یعنی یقین کریں اس امر پر ایک لمحہ کے لئے بھی اس میں شک نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کے یہ انذار کے وعدے ان خدا بننے والوں کے خلاف بھی ضرور پورے ہونگے۔ ناممکن ہے کہ یہ وعدے پورے نہ ہوں۔ کیسے ہونگے یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ ہم ان کو دیکھیں یا دیکھنے سے پہلے خدا تعالیٰ ہمیں واپس بلالے یہ اس کی مرضی ہے ہر طرح سے ہم راضی ہیں مگر یہ وعدے تو ٹل نہیں سکتے۔ کوئی دنیا کی طاقت نہیں ہے جو ان وعدوں کو ٹال سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی مضمون کو ایک لور آیت کے حوالے سے پیش فرمایا ہے جو ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِي، اللہ نے فرض کر لیا، لکھ رکھا ہے اپنے لوپر کہ میں لور میرے رسول ضرور غالب آئیں گے۔ اس تحدی کے بعد کون سوچ سکتا ہے کہ اللہ لور اس کے رسول غالب نہ آئیں۔ اگر ذرا بھی کسی کے دل میں وہم ہو کہ یہ بات ٹل سکتی ہے تو اس کا ایمان ٹل گیا لور اس کے ایمان کا کچھ بھی باقی نہ رہا۔ یہ بات نہیں ٹل سکتی یہ خدا کا فرمان ہے لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِي فرماتے ہیں : "یاد رکھو خدا کے بندوں کا انجام کبھی بد نہیں ہوا کرتا اس کا وعدہ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِي (المجادلہ آیت ۲۲) بالکل سچا ہے اور یہ اسی وقت پورا ہوتا ہے جب لوگ اس کے رسولوں کی مخالفت کریں"۔

اسی وقت پورا ہوتا ہے جب مخالفت کریں۔ یہ مراد نہیں ہے کہ جب مخالفت نہ کریں تو پورا نہیں ہوتا۔ مراد یہ ہے اس وقت لوگوں کو پورا ہوتا دکھائی دیتا ہے، روز روشن کی طرح پورا ہوتا دکھائی دیتا ہے ورنہ یہ وعدہ تو بہر حال پورا ہونا ہے۔ اگر مخالفت چھوڑ دیں گے تو ویسے ہی غالب آجائے گا خدا کا رسول، مخالفت کریں گے تو ان کو نامراد کر دیا جائے گا، ان کی مخالفتیں پارہ پارہ ہو جائیں گی لور پھر بھی خدا کا وعدہ پورا ہوگا۔ یہ مراد ہے کہ اس وقت لوگ پھر دیکھ لیتے ہیں کہ وعدہ پورا ہو رہا ہے۔ "لور یہ اسی وقت پورا ہوتا ہے جب لوگ اس کے رسولوں کی مخالفت کریں۔ فریبی مکاروں کی دنیا مخالفت نہیں کیا کرتی"۔ لور یہ مخالفت خدا کے پاک لوگوں کی تائید میں گواہ بن جایا کرتی ہے کیونکہ فرمایا "فریبی مکاروں کی دنیا مخالفت نہیں کیا کرتی"۔

اب آپ دیکھ لیں اسلامی دنیا میں کیسے کیسے فریب خدا کے نام پر چلائے جا رہے ہیں۔ ایسے لوگ اٹھتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وہ ساری طاقتیں ہیں کہ ایک پھونک سے تمہاری کائنات ہی بدل سکتے ہیں۔ قبروں کے پجاری لوگوں کو اپنی طرف بلا رہے ہیں لور دعویٰ کرتے ہیں کہ اس قبر کے پجاری بن کر ہم نے یہ کچھ پایا ہے لور یہ تمہیں بھی دے سکتے ہیں۔ اتنے حیرت انگیز واضح طور پر جھوٹے لور لچر دعوے ہیں کہ کوئی معقول انسان ایک لمحہ کے لئے بھی ان کو قبول نہیں کر سکتا مگر وہ لوگ جو خدا کے انبیاء کی مخالفت کرتے ہیں ان کی عقل ماری جاتی ہے، عقل ماری جاتی ہے خود غرضی کی وجہ سے لور انا کی وجہ سے۔ ان کا مذہب سوائے اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے کچھ بھی نہیں رہتا۔ پس جب دنیا کے اسباب سے وہ اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکتے تو ان جھوٹے پیروں فقیروں کی طرف، ان قبروں کے مجاوروں کی طرف دوڑتے ہیں لور کہتے ہیں شاید ان کے ذریعے ہمارے پلے مرادیں آجائیں یا ہماری مرادیں ہمارے پلے میں ڈال دی جائیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ خدا کے برگزیدوں کی مخالفت کے بعد انہوں نے اپنی بھلائی کے سارے رستے منقطع کر لئے ہوتے ہیں لور مخالفت اسی کی کرتے ہیں جو خدا کا برگزیدہ ہو۔ جو برگزیدہ نہ ہو اس کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ اس کی جوتیاں اٹھاتے، اس کے قدم چاٹتے ہیں کہ کسی طرح ان کی منہ مانگی مرادیں پوری ہو جائیں۔

"سچے کے ساتھ ایک بڑے طوفان کے بعد لوگ ملا کرتے ہیں"۔ فرمایا سچے کے ساتھ طوفان آتے ہیں۔ ان طوفانوں سے گزر کر، ان طوفانوں کے سارے مصائب لور تھپیڑے برداشت کرتے ہوئے ان سے نکل کر جو سچوں کے پاس پہنچیں انہی کی مرادیں پوری ہوتی ہیں، انہی کو خدا املا کرتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اے جماعت اس بات سے گھبرانا نہیں، تمہاری خاطر خدا تعالیٰ نے یہ نظام بنایا ہے تاکہ تم میں سے پاک اور صاف اور ستھرے الگ ہو جائیں اور جھوٹے اور دنیادار اور دنیا پرست لور انانیت کے پجاری تم سے بالکل جدا ہو جائیں۔ یہ مقصد ہے اس حکمت عملی کا کہ سچوں کی مخالفت بھی ہو لور اس مخالفت میں سے گزرتے ہوئے سچوں کے قدموں تک انسان پہنچے۔

فرماتے ہیں "یہ سب امور مخالفت وغیرہ خدا کی طرف سے ہوتے ہیں اور اس میں وہ اپنے بندے کا صبر دیکھتا ہے لور دکھلاتا ہے کہ دیکھو جس کو میں انتخاب کرتا ہوں وہ کیسے بہادر ہیں کیونکہ جھوٹے کے لئے پانچ چھ دشمن ہی کافی ہوتے ہیں لیکن ان کے مقابلے پر ایک دُنیا دشمن ہوتی ہے پھر بھی یہ غالب آتے ہیں"۔ مثال دے رہے ہیں کہ ایک جھوٹا تحصیلدار جس کو وقت کی حکومت نے تحصیلدار مقرر نہ کیا ہو اگر ایک گاؤں میں چلا جاوے لور ایک ادنیٰ سا آدمی یہ کہہ دے کہ مجھے اس کی تحصیلداری میں شک ہے"۔ کھڑے ہو کر یہ اعلان کر دے کہ مجھے شک ہے یہ تحصیلدار نہیں ہے۔ "تو آخر کار وہ اسی دن وہاں سے کھسک جاوے گا"۔ کیونکہ یہ بات عام ہو جائے گی اس کے دل کا چور بتائے گا کہ ہو سکتا ہے تم پکڑے جاؤ اس لئے یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو۔

"وہ اسی دن وہاں سے کھسک جاوے گا کہ میرا پول کھل جائے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں چور ہوں"۔ یعنی ایسا جھوٹا تحصیلدار جانتا ہے کہ میں چور ہوں۔ "جھوٹے کی استقامت کچھ نہیں ہوتی"۔ خدا کے بندے ہیں وہ جانتے ہیں کہ خدا نے مقرر فرمایا ہے ان کی سچائی کا نشان ان کی استقامت میں ہے۔ "جھوٹے کی استقامت کچھ نہیں ہوتی لیکن خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی استقامت کا فوق الکرامت نمونہ دکھاتا ہے لور اسے دیکھ دیکھ کر لوگ تنگ آجاتے ہیں"۔ یعنی اتنی مخالفت کرتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اتنی مخالفت کے بعد جس شخص کو اپنے مؤقف پر قائم نہیں رہنا چاہئے لور جو کچھ دعاوی کئے ہیں ان سے توبہ کر لینی چاہئے ان معنوں میں تنگ آجاتے ہیں کہ کس مصیبت سے پالا پڑ گیا ہے یہ باز ہی نہیں آتا کسی قیمت پر اپنا مؤقف تبدیل کرنے کو تیار نہیں ہے۔ ہر قسم کے مصائب، ہر قسم کی مشکلات میں سے یہ بھی گزر رہا ہے اور اپنے ماننے والوں کو بھی گزار رہا ہے ان معنوں میں تنگ آجاتے ہیں اور آخر کار بول اٹھتے ہیں کہ یہ سچوں کی استقامت ہے۔ **"سچائی پر اگر ہزار گردو غبار ڈالا جائے پھر بھی وہ باہر نکل کر اپنا جلوہ دکھائے گی"**۔

پس جماعت احمدیہ کے لئے اس میں بہت بڑا سبق ہے ثابت قدم رہو، ہر قسم کی مخالفت کو خدا تعالیٰ کی تقدیر کے طور پر جو تقدیر تمہیں اونچا کرنے کے لئے جاری کی گئی ہے قبول کرو۔ اور ہرگز ذرہ بھی بزدلی نہ دکھاؤ۔ قائم رہو، قائم رہو، قائم رہو یہاں تک کہ دشمن تنگ آجائے، بیزار ہو جائے۔ وہ کہے کن لوگوں سے پالا پڑا ہے ہر کوشش کر دیکھی ہر کوشش

کو ان لوگوں نے نامراد کر دکھایا ہے۔اس وقت پھر دنیا بول اٹھتی ہے کہ یہ سچوں کی استقامت ہے۔ سچوں کی استقامت کو گرد و غبار سے ڈھانکا نہیں جاسکتا، بالآخر یہ نور وہ ہے جو ظاہر ہو گا۔

اس کے لئے کچھ گریہ وزاری بھی کرنی پڑتی ہے، عاجزی اور انکساری سے خدا کے حضور جھکنا پڑتا ہے اس سلسلے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض نصائح میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرمایا" **خدا تعالیٰ کی یہ عادت ہرگز نہیں ہے کہ جو اس کے حضور عاجزی سے گر پڑے وہ اسے خائب و خاسر کرے اور ذلت کی موت دیوے۔ جو اس کی طرف آتا ہے وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا**۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ایسی نظیر ایک بھی نہ ملے گی کہ فلاں شخص کا خدا تعالیٰ سے سچا تعلق تھا اور پھر وہ نامراد رہا۔ خدا تعالیٰ بندے سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی نفسانی خواہش اس کے حضور پیش نہ کرے اور خالص ہو کر اس کی طرف جھک جاوے"۔

اب یہاں "نفسانی خواہش اس کے حضور پیش نہ کرے" یہ مراد نہیں ہے کہ ذاتی خواہش کو اس کے حضور پیش نہ کرے۔ **نفسانی خواہش اور ذاتی خواہش میں فرق ہے** ۔ نفسانی خواہش میں انسان اپنے نفس سے مغلوب ہو کر بعض خواہشات کرتا ہے جو حرص و ہوا کی خواہشات ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ قدر کی نظر سے نہیں دیکھتا ایسا دعا کرنے والا مستجاب الدعوات نہیں ہو سکتا، اس کی دعائیں مقبول نہیں ہونگی۔ پس وہ شخص جس کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں اس کے متعلق یہ بات بھی قطعی ہے کہ جو اس نے مانگا ہے خواہ جوتی کا تسمہ بھی مانگا ہو، نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں ایک ذاتی ضرورت کی وجہ سے، ایک بندے کی حیثیت سے جو عاجز بشر ہے وہ خدا سے ہی مانگے گا اور کس سے مانگے گا مگر نفسانی خواہش کے مطابق نہیں۔ یہ وہ شخص ہے جس کی مرادیں ضرور پوری کی جاتی ہیں اور جس کی دعائیں اللہ تعالیٰ ضرور سنتا ہے۔

فرماتے ہیں "اور خالص ہو کر اس کی طرف جھک جاوے۔ جو اس طرح جھکتا ہے اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی اور ہر ایک مشکل سے خود بخود اس کے واسطے راہ نکل آتی ہے"۔ یہ نہیں کہ اس کی مشکلات نہیں ہیں لیکن مشکلات پڑتی ہیں ان مشکلات سے نکلنے کی راہیں اس کو دکھائی جاتی ہیں اور اس پر آسان کر دی جاتی ہیں۔ "جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے "وَ مَنْ یَتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجاً وَ یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ"۔ (الطّلاق:۳،۴) ۔اس جگہ رزق سے مراد روٹی وغیرہ نہیں بلکہ عزت علم وغیرہ سب باتیں جن کی انسان کو ضرورت ہے اس میں داخل ہیں"۔ یہ جو پہلا فقرہ ہے روٹی وغیرہ نہیں اس کا یہ مطلب نہ سمجھیں کہ ایسے شخص کو دنیاوی رزق نہیں ملتا۔ مراد یہ ہے کہ اول مراد وہ رزق ہے جو اللہ کی طرف سے آتا ہے۔ اس میں علوم کا رزق، ذہن کی روشنی کا رزق، دل کے کشادہ ہونے کا رزق جو خدا کے نور کی خاطر کشادہ کیا جاتا ہے۔ اس میں زیادہ سے زیادہ سما سکے۔ یہ سارے رزق اس سے ملتے ہیں جن کے ساتھ ساتھ ان کے پیچھے پیچھے دنیاوی رزق بھی اس کو ملتا ہے۔ یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری عبارت پڑھنے سے کھل جاتی ہے۔

"بلکہ عزت علم وغیرہ سب باتیں جن کی انسان کو ضرورت ہے اس میں داخل ہیں۔ خدا تعالیٰ سے جو ذرہ بھر بھی تعلق رکھتا ہے وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا"۔ "مَنْ یَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْراً یَّرَہٗ "(سورۃ الزلزال آیت ۸)۔ ایک ادنیٰ سا ذرہ بھی نیکی کا کرو گے تو اسے دیکھ لوگے۔ جو بھی نیکی کا ایک چھوٹا سا ذرہ بھی بجالاتا ہے یَرَہٗ اس کا نیک اثر، اس کا نتیجہ وہ ضرور دیکھ لے گا۔ اس کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "ہمارے ملک ہندوستان میں نظام الدین صاحب اور قطب الدین صاحب اولیاء اللہ کی جو عزت کی جاتی ہے وہ اسی لئے ہے کہ خدا تعالیٰ سے ان کا سچا تعلق تھا اور اگر یہ نہ ہوتا تو تمام انسانوں کی طرح وہ بھی زمینوں میں ہل چلاتے، معمولی کام کرتے۔ مگر خدا تعالیٰ کے سچے تعلق کی وجہ سے لوگ ان کی مٹی کی بھی عزت کرتے ہیں"۔

اب یہاں ایک اشتباہ ہے جو دور ہو جانا چاہئے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی واضح کھلی کھلی تعلیمات کے خلاف نتیجہ نکل سکتا ہے، جو نتیجہ نکالنا کسی دیانتدار انسان کے لئے جائز نہیں ہے۔ جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری تحریریں پڑھی ہوں وہ کبھی وہم بھی نہیں کر سکتا کہ اس تحریر کا یہ مطلب ہے۔ یعنی یہ مراد نہیں ہے کہ جو لوگ ان کی قبروں کی عزت کر رہے ہیں، جو ان کی قبروں کے بچاری بنے ہوئے ہیں، جو ان کی مٹی سے بھی فیض حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ جائز کام کر رہے ہیں اور ان کی بڑائی ان کے ان کاموں کے جواز کا ثبوت ہے۔ یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ ان کی بڑائی اپنی جگہ، اگر وہ بڑائی نہ ہوتی تو لوگ اس کثرت کے ساتھ ان کی طرف مائل نہ ہوتے صرف یہ نتیجہ نکالا ہے۔ جس رنگ میں وہ مائل ہو رہے ہیں وہ خود دنیا دار ہیں اور دنیاداری کے طریق پر ان کی طرف مائل ہو رہے ہیں جو ہرگز جائز نہیں ہے۔ تو مسیح موعود علیہ السلام کی کسی تحریر کو باقی تحریروں سے جدا کر کے اس طرح پڑھنا نہیں چاہئے کہ بنیادی بات سمجھنے کی بجائے غلط نتائج نکال لیں اور قرآن اور حدیث کی تعلیمات کے خلاف نتائج اخذ کریں۔

"مگر خدا تعالیٰ کے سچے تعلق کی وجہ سے لوگ ان کی مٹی کی بھی عزت کرتے ہیں"۔ خدا تعالیٰ سے تعلق سچا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے دلوں کو اس طرف مائل کر دیا اور وہ ان کی مٹی کی بھی عزت کرتے ہیں مگر ان کے عزت کرنے کے طریق کیا ہیں یہ الگ بات ہے کہ وہ جائز طور پر وہ عزت کرتے ہیں یا ناجائز طور پر، دینی مقاصد کی خاطر یہ عزت کرتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو دینی مقاصد کی خاطر بھی عزت کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کی مٹی کو بھی لوگ پیار سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ وہ جو سچے ہیں ان کے ذہن میں شرک کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ وہ وہم و گمان بھی نہیں کر سکتے کہ اس مٹی تلے دبا ہوا انسان خدائی طاقتیں رکھتا ہے اور ہمیں کچھ دے سکتا ہے۔ وہ عزت کرتے ہیں اس لئے کہ یہ شخص خدا کی خاطر مٹی ہو گیا تھا۔ پس اس کی مٹی سے بھی اللہ کی محبت کی خوشبو آتی ہے وہ ندا اٹھتی ہے جو اس کے دل سے اٹھا کرتی تھی۔ پس دیکھیں مٹی کی عزت کرنے میں کتنا فرق ہے۔ پس اگر اس پہلو سے اس تحریر کو سمجھیں تو بالکل جائز اور سو فیصدی درست ہے کہ خدا کے برگزیدہ لوگوں کی قبروں کی مٹی کی بھی عزت کی جاتی ہے، ان سے پیار کیا جاتا ہے۔ یہ وجہ نہیں کہ مٹی ان کو کچھ دے گی بلکہ اس لئے کہ وہ شخص خدا کی خاطر مٹی ہو گیا تھا۔

فرماتے ہیں :"**خدا تعالیٰ اپنے بندوں کا حامی ہو جاتا ہے۔ دشمن چاہتے ہیں کہ ان کو نیست و نابود کریں مگر وہ روز بروز ترقی پاتے ہیں اور اپنے دشمنوں پر غالب آ جاتے ہیں** جیسا کہ اس کا وعدہ ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِی۔ یعنی خدا تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے۔ اول اول جب انسان خدا تعالیٰ سے تعلق شروع کرتا ہے تو سب کی نظروں میں حقیر اور ذلیل ہوتا ہے مگر جوں جوں وہ تعلقات الٰہی میں ترقی کرتا ہے توں توں اس کی شہرت زیادہ ہوتی ہے حتّٰی کہ وہ ایک بڑا بزرگ بن جاتا ہے"۔ اب یہاں دیکھیں نا "بڑا بزرگ بن جاتا ہے"۔ کوئی یہ سمجھے گا کہ پہلے بزرگ نہیں ہوتا اب بزرگ بنا ہے حالانکہ یہ سارا سلسلہ گواہ ہے کہ بزرگ تھا تو یہ باتیں اس نے کی تھیں۔ پس اس کا مطلب پھر کیا ہوا 'وہ بڑا بزرگ بن جاتا ہے' اس کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں سنئے۔

"توں توں اس کی شہرت زیادہ ہوتی ہے حتّٰی کہ وہ ایک بڑا بزرگ بن جاتا ہے۔ جیسے خدا تعالیٰ بڑا ہے اسی طرح جو کوئی اس کی طرف زیادہ قدم بڑھاتا ہے وہ بھی بڑا ہو جاتا ہے"۔ یہاں یہ مراد نہیں ہے جو اس بندے کی طرف قدم بڑھاتا ہے بلکہ جو خدا کی طرف قدم بڑھاتا ہے چونکہ وہ بزرگ ہے اس لئے جو خدا کی طرف قدم بڑھاتا ہے وہ خدا کی بزرگی کے معنوں میں بزرگ ہو جاتا ہے "حتّٰی کہ آخر کار خدا تعالیٰ کا خلیفہ ہو جاتا ہے"۔ یہ خلیفۃ اللہ کا مضمون ہے جو قرآن کریم میں بیان ہوا ہے۔ تمام وہ جن کو خدا تعالیٰ نے اس زمین میں خلیفہ بنایا ان کے اندر یہ قدر مشترک تھی کہ دنیا کو چھوڑ کر خدائے بزرگ و بالا کی طرف بڑھے اور چونکہ خدا بزرگ تھا اس کی خاطر انہوں نے دنیا کو ترک کر دیا اس لئے اللہ نے ان کو اپنا لیا اور اپنی بزرگی سے حصہ دیا اور یہی وہ بزرگی ہے جس کی باتیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں۔

فرمایا "اس توبہ کو کھیل نہ خیال کرو اور یہ نہ کرو کہ اسے یہیں چھوڑ جاؤ"۔ کیا مراد ہے ؟۔ قادیان میں جو بیعت کرنے کی غرض سے آتے تھے، جو نئے احمدی ہوتے تھے، ان سے خطاب فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں یہ نہ ہو کہ توبہ کر لو اور اس توبہ کو یہیں پیچھے چھوڑ جاؤ۔ یہ جو توبہ کی ہے یہ تو اب زندگی بھر ساتھ دے گی اور ساتھ دے گی تو توبہ ہو گی ورنہ توبہ نہیں ہے۔ "بلکہ اسے امانت اللہ تعالیٰ کی خیال کرو"۔ اب یہ تمہارے پاس امانت ہو گئی ہے۔ "توبہ کرنے والا خدا تعالیٰ کی اس کشتی میں سوار ہوتا ہے جو کہ اس طوفان کے وقت اس کے حکم سے بنائی گئی ہے۔ اس نے مجھے فرمایا ہے وَاصْنَعِ الْفُلْکَ یعنی کشتی بنا اور پھر یہ بھی فرمایا ہے "اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ "کہ یقیناً وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہی ہیں جو اللہ کی بیعت کرتے ہیں یعنی اللہ نے جو حکم دئے ہیں تیری بیعت کے بعد ان حکموں کے سوا تو کوئی اور حکم نہیں دیتا۔ بعینہ وہی حکم دے رہا ہے جو اللہ تعالیٰ دینا چاہتا ہے۔ ان معنوں میں یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔

یہ وہ آیت ہے جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق نازل ہوئی اور بعض دشمنوں نے جن میں بہائی بھی شامل ہیں اس کا ایک غلط نتیجہ نکالنے کی کوشش کی اور عیسائی بھی اسی پر اعتراض کرتے ہیں کہ محمدؐ رسول اللہ کے ہاتھ کو اللہ کا ہاتھ قرار دیا ہے حالانکہ وضاحت موجود ہے۔ اس لئے اللہ کا ہاتھ قرار دیا ہے کہ بیعت اللہ کی خاطر کرتے ہو، محمدؐ رسول اللہ کے ہاتھ کی خاطر نہیں بلکہ اللہ کی خاطر کرتے ہو اور اس طرح اس بیعت کو چمٹ جاتے ہو جیسے کہ اللہ کا ہاتھ تمہارے ہاتھ پر رکھا ہوا ہو۔ یہی ترجمہ ہے جو ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی اطلاق پاتا ہے کیونکہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کے تمام حق ادا کئے اور اسی وجہ سے آپ اس قابل ٹھہرے کہ کہ اللہ کی نظر میں آپ کا ہاتھ بھی محمدؐ رسول اللہ کے ہاتھ کی طرح خدا کے ہاتھ کی نمائندگی کرے۔

پس فرمایا "جس طرح بادشاہ اپنی رعایا میں اپنے نائب کو بھیجتا ہے اور پھر جو اس کا مطیع ہوتا ہے اسے بادشاہ

کا مطیع سمجھا جاتا ہے"۔ اب دیکھیں یہ ساری باتوں کی وضاحت اس میں موجود ہے اس کے باوجود بعض دشمن جو ہرزہ سرائی کرنا چاہیں یہ ان کی مرضی ہے۔ وہ آپ ہی اللہ تعالیٰ سے اجر پائیں گے۔ فرماتے ہیں "پھر جو اس کا مطیع ہوتا ہے اسے بادشاہ کا مطیع سمجھا جاتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ بھی اپنے نائب دنیا میں بھیجتا ہے۔ آج کل تو یہ ایک بیج ہے جس کے ثمرات تمہارے تک ہی نہ ٹھہریں گے بلکہ اولاد تک بھی پہنچیں گے۔ سچے دل سے توبہ کرنے والوں کے گھر رحمت سے بھر جاتے ہیں"۔

اب یہ ایک پیشگوئی تھی جس کو لفظاً لفظاً جماعت عالمگیر نے اپنے حق میں پورا ہوتے دیکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر جن لوگوں نے اخلاص سے بیعت کی تھی ان کی اولادوں کا تتبع کر کے دیکھیں کہ کہاں کہاں پہنچیں اور خدا تعالیٰ نے کیسی کیسی شانیں ان کو عطا کیں۔ روحانی شانیں جنہوں نے حاصل کیں انہوں نے تو اصلیت کو پا لیا مگر جن کو روحانی شانیں نصیب نہ ہو سکیں دنیا میں بھی خدا نے کمی نہ ہونے دی، بہت کچھ دیا اتنا کہ حیران رہ گئے۔ ایک چھوٹا سا زمیندار جو سبزیاں کاشت کرتا تھا باغ ٹھیکے پر لیتا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو باگاں والے کہا، یہ باغوں والا ہے اور باغ و بہار والا بن گیا اور اللہ کے فضل سے اس کی اولاد سب دنیا میں پھیلی اور ان میں بہت ہیں جو خدا تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر کرتے ہوئے جو ان کے دادا یا باپ دادا پر تھی خدا تعالیٰ کے نعمت سے چمٹے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اعتصام کر لیا ہے اللہ کے ساتھ اور کچھ ایسے ہیں جن کو توفیق نہیں ملی مگر وہ نعمتیں ان کے ساتھ پھر بھی چمٹی ہوئی ہیں اور دنیا کی فضیلتوں کے لحاظ سے ظاہر کر رہی ہیں، گواہی دے رہی ہیں کہ ان کے باپ دادا سچے تھے اور سچے کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا۔

پس **"سچے دل سے توبہ کرنے والوں کے گھر رحمت سے بھر جاتے ہیں"**۔ رحمت کے جو مفہوم بھی آپ لیں وہ گھر ضرور بھرتے ہیں اس سے۔ "دنیوی لوگ اسباب پر بھروسہ کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اس بات کے لئے مجبور نہیں ہے کہ اسباب کا محتاج ہو۔ کبھی چاہتا ہے تو اپنے پیاروں کے لئے بلا اسباب بھی کام کر دیتا ہے"۔ اب یہ ایک فرق کرنے والا مضمون ہے جو خدا کے سچوں کو دوسروں سے جدا کر دیتا ہے۔ دوسرے لازماً اسباب کے محتاج ہوتے ہیں اسباب کے بغیر ان کے لئے کوئی کام نہیں چلتے۔ یہ الگ بات ہے کہ اسباب اختیار کرنے کے باوجود بھی بہت کام نہیں چل رہے، دھکے کھاتے پھرتے ہیں اسباب کی پیروی کرتے چلے جاتے ہیں مگر اسباب اختیار کرنے کے باوجود، بظاہر ان کا حق ادا کرنے کے باوجود بھی ان کے کام نہیں بنتے۔ مگر خدا کے وہ سچے ہیں جن کے ہاں اسباب کی کوئی محتاجی نہیں ہوتی اور جب اسباب نہ ہوں تو بسا اوقات ان کے دل میں اللہ تعالیٰ دعا کی ایسی پرزور تحریک ڈالتا ہے کہ اس تحریک کے ساتھ ہی وہ یقین کر لیتے ہیں کہ ہماری دعا مقبول ہو گئی ہے اور دیکھنے والے بھی پھر اپنے حق میں ان دعاؤں کو مقبول ہوتا دیکھتے ہیں اور حیرت انگیز دعا کی قبولیت کے نشان ظاہر ہوتے ہیں۔

پس فرمایا: "دنیوی لوگ اسباب پر بھروسہ کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اس بات کے لئے مجبور نہیں ہے کہ اسباب کا محتاج ہو"۔ اسی نے اسباب پیدا کئے ہیں وہ کیسے مجبور ہو سکتا ہے کہ اسباب کا محتاج ہو اپنے پیاروں کے کام بنانا چاہے تو بغیر اسباب کے بھی بناتا ہے۔ "کبھی چاہتا ہے تو اپنے پیاروں کے لئے بلا اسباب بھی کام کر دیتا ہے"۔ یہ الفاظ مسیح موعود علیہ السلام کے ہیں "اور کبھی اسباب پیدا کر کے"۔ اس کو یوں پڑھیں گے یعنی یہ ایک فقرہ ہے۔ "کبھی چاہتا ہے تو اپنے پیاروں کے لئے بلا اسباب بھی کام کر دیتا ہے اور کبھی اسباب پیدا کر کے کرتا ہے"۔ یعنی جن اسباب کا پیدا کرنا ان کی طاقت میں نہیں تھا وہ اسباب ان کے لئے پیدا کر دیتا ہے اور ان کے نتیجے میں پھر ان اسباب کو برکت ملتی ہے اور وہ پھلدار بن جاتے ہیں۔

فرمایا "اور کسی وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ بنے بنائے اسباب کو بگاڑ دیتا ہے"۔ "بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے"۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے جو دنیا میں ہر جگہ دکھائی دیتی ہے۔ بہت لوگ ہیں جن کی محنتوں کی وجہ سے انہوں نے یہی سمجھا کہ محض محنتوں کی وجہ سے ان کے کاروبار کو پھل لگے اور بکثرت پھل لگے۔ بہت ان کو برکتیں ملیں لیکن جب ان کے کام بگڑ گئے، جب خدا نے چاہا کہ مزید نہ چلیں، جب خدا نے سمجھا کہ یہ اپنے اوپر زیادہ انحصار کرنے لگ گئے ہیں تو "بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے"۔ کچھ پیش نہیں جاتی، کچھ بھی عقل کام نہیں کرتی، ہر ذریعہ اختیار کر لیتے ہیں لیکن سارے بے ثمر ذریعے رہتے ہیں ان ذرائع کو کوئی بھی پھل نہیں لگتا۔

ابھی کل ہی کی ڈاک میں ایک غیر احمدی دوست کا خط ملا ہے مالی امداد کے لئے نہیں بلکہ دعا کی خاطر۔ اس نے لکھا کہ میں نے ایک زمانے میں اپنے ماں باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بہت عمدگی کے ساتھ محنت کی، تجارت کو بہت برکت ملی، میں کروڑ پتی ہو گیا اور کچھ عرصے سے میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے سارے کام بگڑ گئے یہاں تک کہ بیوی کا زیور بیچ کر میں نے تجارت میں لگا دیا وہ بھی ڈوب گیا اب کوئی گھر کا سرمایہ باقی نہیں رہا۔ میں نے ایک احمدی سے سنا ہے، یعنی وہ غیر احمدی لکھتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے اور آپ سے میں صرف یہ درخواست کرتا ہوں کسی مالی امداد کا مطالبہ نہیں کرتا کہ میرے لئے دعا کریں کہ جس نے بنے بنائے توڑے ہیں وہ توڑے ہوئے پھر بنا دے۔ تو میں نے بھی اس کے لئے دعا کی اور آپ سب سے بھی درخواست کرتا ہوں کیونکہ وہ محض اللہ کی خاطر جھکا ہے اور اس نے امید ظاہر کی ہے کہ اب دنیا کا کوئی پیر فقیر کام نہیں آسکتا مگر اس وقت جو خدا تعالیٰ کی جماعت کا نمائندہ ہے وہی میرے کام آئے گا تو آپ سب بھی تو اس میں شامل ہیں۔ آپ بھی میری دعا کے ساتھ شامل ہو کر اس کی مدد کریں۔

چنانچہ اس کے آخر پر فرماتے ہیں **"غرض اپنے اعمال کو صاف کرو اور خدا تعالیٰ کا ہمیشہ ذکر کرو اور غفلت نہ کرو"**۔ "ہمیشہ ذکر کرو"۔ یہ ذکر انسانی دل پر غالب رہنا چاہئے، اس کے دماغ پر غالب رہنا چاہئے، سیر و تفریح ہو، کھیل کود ہو جو کچھ بھی ہو ذکر الٰہی سے دل ہمیشہ روشن رہنا چاہئے۔ فرمایا "ذکر کرو اور غفلت نہ کرو۔ **جس طرح بھاگنے والا شکار جب ذرا سست ہو جاوے تو شکاری کے قابو میں آ جاتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کے ذکر سے غفلت کرنے والا شیطان کا شکار ہو جاتا ہے**"۔ اگر تم اس ذکر سے تھک جاؤ گے تو شیطان جو تمہارے پیچھے پیچھے بھاگ رہا ہے تمہیں پکڑنے کے لئے وہ تم پر غالب آ جائے گا۔ "اسی طرح خدا تعالیٰ کے ذکر سے غفلت کرنے والا شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔ توبہ کو ہمیشہ زندہ رکھو"۔ یہ بہت ہی بنیادی اور مرکزی حقیقت ہے کہ توبہ کی ہے تو اس کو زندہ رکھو جس کا مطلب یہ ہے کہ توبہ کرنے کے بعد اس کو زندہ رکھنا ایک مسلسل جدوجہد کو چاہتا ہے۔ یہ تصور خیالی ہے کہ توبہ کی اور چھٹی ہو گئی۔

تو یہ آغاز ہے خدا کی راہ میں جدوجہد کرنے کا، تمام جدوجہد توبہ کے بعد شروع ہوتی ہے اور توبہ کو زندہ رکھنے کی کوشش ہی انسان کو زندہ رکھتی ہے۔ جس طرح نماز کو قائم کرنے کی کوشش سے انسان کو نماز قائم کرتی ہے اسی طرح توبہ کا حال ہے۔ "توبہ کو ہمیشہ زندہ رکھو اور کبھی مردہ نہ ہونے دو"۔ یعنی کوئی وقت بھی ایسا نہیں آنا چاہئے کہ توبہ سے تمہارا دل اچاٹ ہو جائے اور پھر تم دنیا کی طرف کلیۃً جھک جاؤ۔ "کیونکہ جس عضو سے کام لیا جاتا ہے وہی کام دے سکتا ہے اور جس کو بے کار چھوڑ دیا جائے پھر وہ ہمیشہ کے واسطے ناکارہ ہو جاتا ہے"۔ پس توبہ کے اوپر زور مارتے رہو جب تک تم یہ روحانی ورزش کرتے رہو گے تمہارا یہ عضو بے کار نہیں ہو گا، اس میں جان پڑتی رہے گی۔ جب چھوڑ بیٹھو گے تو معطل عضو بے کار ہو جایا کرتے ہیں پھر تمہاری زندگی مفلوج ہو جائے گی خدا کی راہ میں کوئی بھی سعی نہیں کر سکو گے۔

اسی عبارت میں آگے چل کر فرمایا "ہمارے غالب آنے کے ہتھیار استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت، خدا تعالیٰ کی عظمت کو مدنظر رکھنا اور پانچوں وقت کی نمازوں کو ادا کرنا ہیں"۔ اب ان کو اچھی طرح پلے باندھ لیں۔ نمبر ایک استغفار، نمبر دو توبہ، نمبر تین دینی علوم کی واقفیت، نمبر چار خدا تعالیٰ کی عظمت کو مدنظر رکھنا اور نمبر پانچ پانچوں وقت کی نماز کو ادا کرنا۔ یہ پانچ باتیں ہیں جو بنیادی طور پر پہلے بھی بیان کی جاتی رہی ہیں انبیاء کی طرف سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بھی جیسا کہ میں نے حدیث پیش کی تھی پانچ ہی باتوں کا حکم دیا ہے، یہی پانچ باتیں ہیں۔

"نماز دعا کی قبولیت کی کنجی ہے"۔ سب دعائیں، سب تمنائیں نماز سے مل سکتی ہیں۔ "جب نماز پڑھو تو اس میں دعا کرو اور غفلت نہ کرو اور ہر ایک بدی سے خواہ وہ حقوق الٰہی کے متعلق ہو خواہ حقوق العباد کے متعلق ہو بچو۔ (البدر ۲۴/اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷)۔

اب چونکہ وقت ہو گیا ہے اس لئے انشاء اللہ باقی اگلے جمعہ۔